Research Journal of Islamic Studies

Volume: 2 Issue: 2

Jul-Dec 2025

Page No: 13-26

The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

https://journals.gscwu.edu.pk/index.php/mishkat-ulilm/about

عدم برداشت کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے معاشرتی اسباب قرآن مجید کی روشنی میں: تحقیقی جائزہ

Growing Trends of Intolerance and Their Societal Impacts in the Light of the Holy Qur'an: A Research Review

Javeria Rehman
Bahawalpur, Pakistan.
Email: javeriabwp0088@gmial.com

Abstract

This research examines the growing trends of intolerance in contemporary society in the light of the Qur'an. Intolerance has emerged as a serious social problem, leading to division, conflict, and moral decline. The study identifies major social causes of intolerance such as ignorance, arrogance, prejudice, blind imitation, misuse of religion, injustice, and the lack of moral and spiritual values. By analyzing relevant Qur'anic verses, the research highlights how the Qur'an strongly condemns intolerance, extremism, and unjust behavior, and instead promotes patience, wisdom, justice, dialogue, respect for human dignity, and social harmony. The study adopts a qualitative and analytical approach, drawing evidence from Qur'anic teachings to demonstrate that intolerance is not only a social deviation but also a moral and spiritual crisis. The research concludes that the Qur'an provides comprehensive guidance for addressing the root causes of intolerance and for establishing a balanced, tolerant, and peaceful society based on justice, mercy, and mutual respect.

Keywords: Intolerance, Societal Impacts, light, Holy Qur'an

جدید دور میں نوجوان نسل میں عدم برداشت کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کے نتیجے میں معاشرتی انتشار گھریلو تنازعات تشدد نفسیاتی مسائل اور اخلاقی زوال جیسے اثرات سامنے آرہے ہیں۔ نوجوان نسل سماجی، تعلیمی، معاشی اور ڈیجیٹل دباؤ کے ماحول میں پروان چڑھ رہی ہے، نتیجتا معاشرے میں عدم برداشت تیزی سے بڑھتی ہوئی ایک سماجی بیماری بن چکی ہے۔ اختلاف رائے، برداشت نہ کرنا، دوسروں کی رائے، عقیدہ یا طرز زندگی کے خلاف فوری رد عمل دینا، سوشل میڈیا پر غصہ اور چھوٹے جھگڑوں کا بڑے تنازعات میں بدل جانا اس کے اہم مظاہر ہیں۔ جدید معاشرہ تیز رفتار معلومات کے بہاؤ، سوشل میڈیا کے دباؤ، سیاسی انتشار اور معاشی بے یقینی کے دور سے گزر رہا ہے۔ ان تمام عوامل نے انسانی مزاج کو جلد باز، جذباتی اور عدم برداشت کا شکار بنا دیا ہے۔ قرآن مجید انسان کو برداشت، حلم، عفو درگزر، صلہ رحمی اور صبر کی تعلیمات دیتا ہے، جو ایک مہذب اور پُرامن معاشرے کی بنیاد ہیں۔ یہی اقدار نوجوان نسل کی اخلاقی، ذہنی اور معاشرتی تربیت کے لیے ضروری ہیں۔ عدم برداشت ایک نفسیاتی اور سماجی رویہ ہے جس میں فرد دوسرے کی رائے، عقیدہ، رویہ یا روایت کو قبول نہ کرے، اسے سننے کو تیار نہ ہو یا اس پر غصے، نفرت یا مزاحمت سے رد عمل دے۔ تحقیق کے مطابق عدم برداشت کے بنیادی عناصر یہ ہیں: اختلاف رائے کو خطرہ سمجھنا، برداشت مکالمہ یا دلیل سے دوری، غصہ جارحیت اور نفسیاتی بے چینی، خود کو حق پر سمجھنے کا غیر علمی یقین یہ وہ رویہ ہے جو سماجی انتشار کی وجہ بنتا ہے۔

عدم برداشت کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

لغوی معنی

لفظ "**عدمِ برداشت**" دو حصوں سے مل کر بنا ہے:

- "عدم" = نہ ہونا
- "برداشت" = سہنا، گوارا کرنا، ہضم کرنا

پس لغوی طور پر اس کے معنی ہیں:

کوئی بات، رائے، عمل یا اختلاف رکھنے والے کو سہنے سے مکمل انکار

یعنی دل یا دماغ کا وہ حال جہاں کوئی چیز "ہضم" ہی نہ ہو، گوارا ہی نہ ہو۔[1]

اصطلاحی معنی

عدمِ برداشت سے مراد وہ نفسیاتی، سماجی اور سیاسی رویہ ہے جس میں کوئی شخص یا گروہ دوسروں کے عقائد، نظریات، طرزِ زندگی، مذہب، ثقافت یا سیاسی رائے کو نہ صرف قبول کرنے سے انکار کرتا ہے بلکہ اس کے ردِ عمل میں نفرت، غصہ، طنز، دھمکی یا جسمانی / زبانی تشدد کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ یہ رویہ صرف اختلاف کو "غلط" سمجھنے سے آگے بڑھ کر اسے "ناقابلِ معافی جرم" اور اختلاف رکھنے والے کو "دشمنِ انسانیت" سمجھنے لگتا ہے۔[2]

ڈاکٹر اکرم اعوان لکھتے ہیں:

"عدم برداشت سے مراد دوسروں کے عقائد و نظریات کو قبول نہ کرنا اور اس کے نتیجے میں نفرت، تعصب یا تشدد کا اظہار ہے[3]"

عصر حاضر میں عدم برداشت کے اثرات:

دور حاضر میں ماڈرنزم کی دوڑ میں جو نظام زندگی سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے وہ خاندانی نظام ہے۔ بزرگوں کی باتیں اور رائے فرسودہ تصور کی جاتی ہیں۔ لہذا گھر جو پہلی درسگاہ ہے جہاں بچوں کو صبر، برداشت، مکالمہ اور احترام سکھایا جاتا تھا، اب مکمل طور پر بدل چکا ہے۔ خاندانی نظام جو کہ

مشترکہ رہائش تھی، جس میں تمام رشتہ دار، دادا، دادی، چچا، چچی، تایا، تائی، سب مل جل کر رکھتے تھے اور سب لوگ مل کر بچوں کی بہتر تربیت میں اپنا مثبت حصہ ادا کرتے تھے۔ اب مختصر ہو کر خود مختار گھروندے بن چکے ہیں۔ جس میں ماں باپ اور بہن بھائی سب اپنی مصروفیات میں مشغول، بچوں کے لیے پہلے ٹی وی اور اب ہاتھوں میں موبائل فون، انٹرنیٹ کی آزادی اور کوئی اخلاقی تربیت نہیں۔ ایک سروے کے مطابق 70 پرسنٹ مائیں پانچ سال سے کم عمر بچوں کے ہاتھ میں موبائل دے کر مطمئن ہوتی ہیں کہ بچے تنگ نہیں کریں گے۔https/ www/ 1wikipedia جبکہ WHO کے سروے کے مطابق سات سال سے کم عمر بچوں کے موبائل استعمال کی وجہ سے ذہنی تناؤ، غصہ، جذباتیت اور ضد جیسے عناصر پیدا ہوتے ہیں۔ عدم برداشت کی وجہ سے معمولی اختلاف پر گھروں میں شور و غل، بدتمیزی اور بحث و تکرار جنم لینے لگتی ہے۔ خاندان میں رواداری اور عدم برداشت کے فقدان کی وجہ سے شوہر اور بیوی کے درمیان غلط فہمیاں بڑھتی ہیں، جس سے طلاق، علیحدگی اور ذہنی دباؤ کے کیسز میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عدم برداشت کا براہ راست اثر یہ ہے کہ نوجوان نسل بزرگوں کی رائے سننے یا قبول کرنے سے انکار کرتی ہے، جس سے گھریلو نظم ٹوٹتا ہے اور احترام کم ہوتا ہے۔ دوسری طرف اس کی بدولت گھر میں لڑائی جھگڑے، والدین سے بے ادبی اور رشتوں میں سرد مہری بڑھتی ہے۔ والدین بچوں کی تربیت کے اصولوں سے ناواقف ہیں۔ سختی اور غصے کا اظہار موقع بے موقع کرتے ہیں۔ اولاد سے بات نہ کرنا، سخت لہجہ یا جذباتی اور اخلاقی تربیت کے فقدان کی وجہ سے بچوں میں ضد، غصہ اور بے صبری پیدا ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے ماحول میں پلنے والے بچے اعتماد اور برداشت کھو دیتے ہیں۔ اور بچوں میں پیار احترام اور مکالمہ کی جگہ غصہ اور شدت پسندی لے لیتی ہے۔ عدم برداشت معاشرے کی اخلاقی اور سماجی بنیادوں کو کمزور کرنے والا ایک سنگین رویہ ہے۔ جب لوگ ایک دوسرے کی رائے، سوچ اور ثقافت کو برداشت نہیں کرتے تو معاشرے میں نفرت، بداعتمادی اور ٹکراؤ بڑھنے لگتا ہے۔ اس کے نتیجے میں گھر سے لے کر تعلیمی اداروں تک ماحول کشیدہ ہو جاتا ہے، جبکہ دفاتر اور سماجی سطح پر بھی بے اعتمادی اور گروہی تقسیم پیدا ہوتی ہے۔ عدم برداشت گفت و شنید کے دروازے بند کر دیتی ہے۔ جس سے مسائل حل ہونے کے بجائے مزید پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ اس رویے کے باعث نوجوان نسل میں غصہ، انتقامی سوچ اور تشدد کے رجحانات پروان چڑھتے ہیں۔ پورا معاشرہ انتشار، بے سکونی اور عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے اور اجتماعی ترقی کا عمل رک جاتا ہے۔ یوں عدم برداشت ایک ایسی بیماری ہے جو فرد سے شروع ہوتی ہے مگر متاثر پوری قوم کو کر دیتی ہے۔ جس کے اسباب درج ذیل ہیں:

- **تعلیمی اداروں میں تربیت کی کمی:**

تعلیمی اداروں میں اخلاقی مضامین اور کردار سازی کی تربیت کی کمی براہ راست طلبہ میں عدم برداشت کے رجحانات میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نوجوان جذباتی ردعمل کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ جب اساتذہ جدید تعلیمی مہارتوں، تنقیدی سوچ اور صنفی و معاشرتی حساسیت کی تربیت سے محروم ہوتے ہیں تو وہ طلبہ کے مسائل حل کرنے مختلف آراء کا احترام کرنے اور تعلیمی اختلافات کو مثبت انداز میں نمٹانے کی تربیت فراہم نہیں کر پاتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تعلیمی ماحول میں طلبہ ایک دوسرے کی رائے، مذہبی، نسلی یا سماجی پس منظر کے حوالے سے عدم برداشت کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ جس سے تعلیمی اداروں میں ماحول کشیدہ اور تعلیمی معیار متاثر ہونے لگتا ہے۔ طلباء اختلاف رائے برداشت نہ کریں تو اداروں میں ہنگامے آرائی اور لڑائی جھگڑے بڑھتے ہیں۔ استاد کی بات برداشت نہ کرنا تعلیمی نظم و ضبط کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور یہی رویہ علمی ترقی، تجزیاتی سوچ اور تحقیقی طرزِ عمل کی راہ میں حائل رکاوٹ ہے۔ پاکستان کے تعلیمی نظام پر کیے گئے مطالعے سے یہ بھی ظاہر ہے کہ تربیت یافتہ اساتذہ کی عدم موجودگی اور کمی کی وجہ سے طلبہ میں عدم برداشت کے رویے عام ہیں۔ جو کلاس روم میں جھگڑوں تنقید برداشت نہ کرنے اور سماجی اختلافات کی بڑھتی ہوئی پیچیدگیوں کا سبب بنتے ہیں۔

- **ذہنی دباؤ اور معاشی پریشانیاں:**

ذہنی دباؤ اور معاشی پریشانیاں عدم برداشت کے اضافے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جب افراد مالی مشکلات، بے روزگاری یا محدود وسائل کے دباؤ میں ہوتے ہیں تو ان کی صبر کرنے کی صلاحیت اور دوسروں کے نظریات یا رویوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔[4] ذہنی دباؤ کے شکار افراد اکثر چھوٹے اختلافات کو بھی بڑھا چڑھا کر دیکھتے ہیں اور ردعمل میں غصہ یا جارحیت اختیار کر لیتے ہیں، جو تعلقات اور سماجی ہم آہنگی کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتا ہے۔[5] عالمی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ معاشی عدم استحکام اور مالی دباؤ لوگوں میں رواداری کے جذبے کو کم کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں نسلی، مذہبی یا سماجی اختلافات کے عدم برداشت کے مظاہرے زیادہ ہوتے ہیں۔[6] پاکستان میں بھی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ معاشی مسائل جیسے بے روزگاری، کم آمدنی اور بھڑتی ہوئی مہنگائی نوجوان نسل میں عدم برداشت اور اشتعال انگیز رویوں کو فروغ دینے میں پیش پیش ہے۔

- **مذہبی اور اسلامی تعلیمات سے دوری:**

قرآن وسنّت میں انسانوں کے باہمی تعلقات، رواداری، صبر اور ایک دوسرے کی رائے اور اختلافات کے احترام پر زور دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا"[7]

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔"

تاہم جب افراد یا معاشرہ ان تعلیمات سے غافل رہ جاتے ہیں اور صرف ذاتی یا سماجی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں تو عدم برداشت کے رویے بڑھ جاتے ہیں۔[8] اسلامی تعلیمات میں واضح ہے کہ اختلاف رائے کو تحمل اور مکالمے کے ذریعے حل کرنا چاہیے اور دیگر مذاہب یا مسلکی گروہوں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آنا ضروری ہے۔ تعلیم وتربیت میں اس غفلت کے سبب طلبہ اور نوجوان نسل میں صبر اور رواداری کی کمی پیدا ہوتی ہے جس سے کلاس روم، کمیونٹی اور سماجی تعلقات میں جھگڑے اور کشیدگی بڑھتی ہے۔[9]

سیرت نبوی کو دیکھیں تو اس بڑھ کر برداشت اور تحمل کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: دَعُوهُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ"[10]

"بے شک نبی ﷺ نے دیکھا کہ ایک اعرابی (بیابانی) مسجد میں پیشاب کر رہا ہے، تو فرمایا: 'اسے چھوڑ دو جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جائے، پھر پانی لاؤ اور اس پر بہا دو۔"

اس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بردباری، تحمل، اور نرم رویہ دین کی تعلیم میں بہت ضروری ہیں، خاص طور پر جب سامنے والا شخص علم یا شعور میں کمزور ہو۔ یہ واقعہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ اسلام میں لوگوں کی تربیت میں سختی سے زیادہ ہمدردی اور نرمی کی اہمیت ہے۔

پاکستان میں کیے گئے سروے کے مطابق اسلامی اور اخلاقی تعلیمات کی کمی نوجوانوں میں اشتعال انگیزی اور عدم برداشت کے رویے فروغ دیتی ہے جس سے معاشرتی ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے۔

- **عدم برداشت کے خاندانی نظام پر اثرات**

عدم برداشت خاندان کے استحکام اور باہمی ہم آہنگی کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے۔ جب گھر کے افراد ایک دوسرے کی رائے، جذبات اور کمزوریوں کو برداشت نہیں کرتے تو گھریلو جھگڑے، دوریاں اور نفسیاتی دباؤ ابھر جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں میاں بیوی کے تعلقات کمزور ہوتے ہیں، والدین اور اولاد کے درمیان اعتماد اور محبت میں کمی آتی ہے، اور خاندان کا پورا ماحول تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے گھریلو زندگی کی

بنیاد "مؤدت" اور "رحمت "[11] پر رکھی ہے۔ لیکن عدم برداشت ان دونوں اصولوں کو کمزور کرتی ہے۔ جس سے خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار اور انتشار کا سامنا کرتا ہے۔ اس طرح قرآن مجید کا حکم ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک سے پیش آو۔[12]

مگر عدم برداشت اس اخلاقی تعلیم کی نفی کرتے ہوئے گھر کو جھگڑوں کا مرکز بنا دیتی ہے۔ جس سے خاندان میں رشتوں کی مضبوطی ختم ہو جاتی ہے اور معاشرتی بگاڑ کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ پاکستان میں طلاق اور خلع کے کیسز میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ گیلپ پاکستان کے سروے کے مطابق پاکستان میں طلاق اور خلع کے کیسز میں تقریبا 35 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ عوام کی رائے ہے کہ طلاق اور خلع اور نان نفقہ بچوں کی کسٹڈی کے معاملات میں 55 فیصد اضافہ ہوا ہے۔[13]

- **سماجی اثرات:**

عدم برداشت معاشرے کی وحدت اور باہمی احترام کو بگاڑنے والا ایک بنیادی سماجی مسئلہ ہے۔ قرآن مجید انسانوں کو باہمی تعاون، عدل اور اخلاق حسنہ کے ذریعے ایک مضبوط معاشرتی نظام قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن جب معاشرے میں عدم برداشت بڑھتی ہے تو یہ قرآنی اصول متزلزل ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے عدم برداشت لسانی، مذہبی، فرقہ وارانہ اور شناختی قبائلی تعصبات کو جنم دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرے میں فرقہ واریت اور مذہبی شدت پسندی بڑھتی ہے قرآن کا واضح ارشاد ہے:

"وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُو"[14]

"اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے۔"

عدم برداشت اسی کیفیت کو جنم دیتی ہے جس سے معاشرہ فکری اور روحانی طور پر کمزور ہو جاتا ہے عدم برداشت کی بدولت سیاسی انتشار اور اجتماعی نظم وضبط کمزور ہوتا ہے۔ جب معاشرے میں اختلاف رائے کو برداشت نہ کیا جائے تو سیاست انتشار، الزام تراشی، احتجاجی تشدد اور اداروں کے عدم استحکام میں بدل جاتی ہے۔ قرآن مجید اتحاد گفتگو اور عدل پر مبنی فیصلوں کا حکم دیتا ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"[15]

"بے شک اللہ انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

مگر عدم برداشت عدل کی جگہ جذبات نفرت اور طاقت کے غلط استعمال کو فروغ دیتی ہے۔ عدم برداشت کی وجہ سے معاشرتی اعتماد کا زوال ہوتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کی بات کرتا یا نیت پر اعتماد کھو دیتے ہیں اور مشترکہ سماجی ڈھانچہ بکھرنے لگتا ہے۔ قرآن انسان کو حسن ظن، تحقیق اور انصاف کا حکم دیتا ہے۔ مگر عدم برداشت جلد بازی، بدگمانی اور نفرت کو پروان چڑھاتی ہے۔ عدم برداشت کی بدولت تشدد، قتل، تیزاب حملوں، گھریلو تشدد اور عمومی جرائم میں اضافہ ہوا ہے۔ جب اختلاف کو مکالمے کے بجائے طاقت کے ذریعے حل کرنے کا رجحان بڑھ جائے تو پورا معاشرہ خوف، انتشار اور بدامنی کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ قرآن واضح طور پر فساد اور ظلم سے منع کرتا ہے:

"لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ"[16]

"زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔"

عدم برداشت اسی فساد کو بڑھا دیتی ہے یہ قوم کو بگاڑ، منافرت اور پستی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

- **تعلیمی اداروں پر اثرات**

عدم برداشت تعلیمی اداروں کے علمی، اخلاقی اور سماجی ماحول کو شدید طور پر متاثر کرتی ہے۔

جس کے نتیجے میں طلبہ میں تشدد، بداعتمادی، گروہ بندی، سیکھنے کی صلاحیت میں کمی اور اساتذہ کے وقار میں ظرف پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید اختلاف رائے کو انسانی فطرت قرار دیتا ہے:

"وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ"[17]

"اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔"

اور اس اختلاف کو برداشت اور حکمت سے نمٹانے کی تعلیم دیتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں جب عدل وانصاف کا فقدان ہو تو عدم برداشت میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ قرآن کا حکم ہے:

"كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ"[18]

"انصاف کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہو۔"

اسی طرح غصہ ضبط کرنا اور معاف کرنا جو پرامن ماحول کی بنیاد ہے، قرآن نے نیک کو کاروں کی علامت قرار دیا ہے:

"وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ"[19]

"اور وہ جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔"

تعلیمی اداروں میں جھگڑوں اور انتشار سے تعلیمی معیار گرتا ہے جبکہ قرآن واضح طور پہ تنبیہ کرتا ہے:

"وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا"[20]

"اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے۔"

ان تمام قرآنی اصولوں سے معلوم ہوتا ہے کہ برداشت، عدل، نرمی اور حکمت کے بغیر تعلیمی ادارے اپنا حقیقی کردار ادا نہیں کر سکتے۔ اور قرآن کا اخلاقی نظام ہی ایک صحت مند، پرامن اور مؤثر تعلیمی فضا کی ضمانت ہیں۔ اس قسم کے ماحول میں اساتذہ کی بات برداشت نہ کرنا تعلیمی نظم وضبط کو تباہ کرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ رویہ علمی ترقی اور تجزیاتی سوچ کی راہ میں حائل رکاوٹ ہے۔

- **عدم برداشت کے معاشی اور قومی سطح پر اثرات:**

عدم برداشت کسی بھی قوم کی معاشی ترقی اور قومی استحکام کے لیے ایک خطرناک رکاوٹ ہے، کیونکہ یہ سماجی بد اعتمادی، بدامنی، سرمایہ کاری میں کمی، معاشی عدم استحکام، صلاحیتوں کے انحطاط اور قومی وحدت کی کمزوری کا سبب بنتی ہے۔ جس سے معاشرے میں تشدد، انتہاپسندی، آپسی نفرت اور گروہی تعصبات ابھرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ امن وامان متاثر ہوتا ہے اور امن کے بغیر معاشی سرگرمیاں، صنعتی ترقی اور بیرونی سرمایہ کاری قائم نہیں رہ سکتی۔ قرآن مجید اختلاف کو انسانی فطرت قرار دیتا ہے:

"وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ"[21]

"اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔"

مگر اس کے باوجود قوموں کے لیے امن، اصلاح اور اتفاق کی بنیاد رکھنے کا حکم دیتا ہے:

"فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ"[22]

"تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔"

قومی سطح پر عدم برداشت ظلم، ناانصافی اور جانبداری کو جنم دیتی ہے۔ جبکہ قرآن واضح طور پر عدل قائم کرنے کو قومی ترقی کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

معاشی بگاڑ کا ایک بڑا سبب خوف اور بے یقینی ہے اور قرآن قوموں کی مثال دیتا ہے، جن کی ناقدری اور کفران نعمت کی وجہ سے ان کی اقتصادی خوشحالی زوال کا شکار ہوئی۔

"فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ" [23]

"پس اللہ نے انہیں بھوک اور خوف کا لباس چکھا دیا۔"

اسی طرح قرآن مختلف قوموں اور گروہوں کی تنوع کو قومی طاقت قرار دیتا ہے:

"وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُو" [24]

"اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔"

تاکہ تعاون اور اجتماعی قوت پیدا ہو نہ کہ نفرت اور تفریق۔ ان تعلیمات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عدم برداشت نہ صرف قومی اتحاد کو توڑتی ہے بلکہ معاشی ترقی کے بنیادی اصول، عام انصاف، رواداری اور باہمی تعاون کو بھی کمزور کر کے قوموں کو گہرے اندھیروں کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

- ## نفسیاتی اور ذہنی صحت پر اثرات

عدم برداشت فرد کی نفسیاتی، جذباتی اور ذہنی صحت پر گہرے منفی اثرات چھوڑتی ہے۔ کیونکہ یہ غصہ، بے چینی، خوف، ذہنی انتشار، تناؤ اور معاشرتی تنہائی کو بڑھاتی ہے۔ ایسے افراد جذباتی، عدم توازن، عدم اعتماد، دشمنی اور احساس محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی ذہنی کارکردگی، فیصلہ سازی اور تعلقات بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ غیر محفوظ ذہنیت کی وجہ سے یہ لوگ جلد غصے میں آتے ہیں اور اختلاف برداشت نہیں کرتے۔ نوجوان نسل میں یہ رجحان زیادہ ہے، کیونکہ وہ اپنی شناخت بنانے کی کشمکش میں رہتے ہیں۔ لہٰذا اختلاف کو برداشت کرنا مشکل محسوس کرتے ہیں۔ قرآن انسان کو غصہ روکنے اور جذباتی اعتدال کی تعلیم دیتا ہے، کیونکہ جذباتی پن بے قابو انسان کی ذہنی صلاحیت کو نقصان پہنچاتا ہے:

"وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ" [25]

"اور وہ لوگ جو غصہ دبائے رکھتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔"

قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ دلوں کا اطمینان اللہ کی یاد اور باطنی سکون سے جڑا ہے۔

"أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" [26]

"یقیناً اللہ کے ذکر سے دل سکون پاتے ہیں۔"

جبکہ عدم برداشت دلوں میں بے سکونی اور اضطراب پیدا کرتی ہے۔ مزید یہ کہ قرآن نفرت، حسد اور بدگمانی جیسے منفی جذبات سے ذہنی خرابی پیدا ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ کیونکہ بدگمانی اور نفرت ذہنی صحت کو کمزور کرتی ہے۔ قرآن افراد کو صبر کی تربیت دیتا ہے جو جذباتی نظم وضبط اور ذہنی استحکام کا بنیادی عنصر ہے۔ عدم برداشت کے ماحول میں خوف، عدم تحفظ اور نفسیاتی دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

عدم برداشت کی بدولت انسان کی داخلی دنیا بے قرار بے سکون اور ذہنی بیمار ہو جاتی ہے۔

برداشت کو فروغ دینے کے قرآنی اصول:

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسانی معاشرے میں عدل، رحم، برداشت اور رواداری کو بنیادی اقدار کے طور پر قائم کرتا ہے۔ قرآن مجید نہ صرف اختلاف کے اصول بتاتا ہے بلکہ اس اختلاف میں برداشت، حکمت اور نرمی کے پیمانے مقرر کرتا ہے۔ جدید معاشرے میں بھرتی ہوئی انتہاپسندی

عدم برداشت اور تعصب کے تناظر میں قرآن کے اصول اجتماعی زندگی کی تنظیم کے لیے نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ قرآن مجید برداشت کو محض اخلاقی فضیلت نہیں بلکہ سماجی نظام کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم کے پیش کردہ اصول حکمت نرمی، عدل، غصہ ضبط کرنا، معافی، بدگمانی سے بچنا اور اصلاح وہ اقدار ہیں جو معاشرتی ہم آہنگی اور پائیدار امن کی جڑیں مضبوط کرتی ہیں۔ قرآن کا اخلاقی ڈھانچہ واضح کرتا ہے کہ برداشت کے بغیر نہ انفرادی سکون ممکن ہے نہ اجتماعی ترقی۔

- **اختلاف رائے کو فطری تسلیم کرنا اور اختلاف رائے کا احترام کرنا**

اختلاف رائے انسانی فطرت کا ایک لازمی اور فطری حصہ ہے، کیونکہ انسانوں کے ذہنی میلانات، تجربات، سمجھ، پس منظر اور رجحانات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے واضح طور پر اختلاف کو فطری حقیقت کے طور پر بیان کیا ہے:

"وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ"[27]

"یعنی انسان ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے۔"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف رائے کوئی منفی یا غیر معمولی چیز نہیں بلکہ انسان کی فطری تخلیق کا حصہ ہے۔ لیکن قرآن صرف اختلاف کو بیان نہیں کرتا بلکہ اس اختلاف کو احترام، انصاف اور حکمت کے ساتھ سنبھالنے کی تعلیم بھی دیتا ہے، تاکہ اختلاف، دشمنی، نفرت یا فساد میں نہ بدل جائے۔ قرآن اختلاف کے باوجود نرم گفتاری اور حکمت کو بنیادی اصول قرار دیتا ہے:

"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"[28]

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے نصیحت کے ساتھ دعوت دو۔"

ہر مکالمہ عزت، دلیل اور نرمی پر قائم ہو۔ اگر کوئی سخت بات بھی کرے تو جواب بہترین اور نرم طریقے سے دیا جائے، قرآن میں ہے کہ:

"ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ"[29]

"برائی کو اس طریقے سے دور کرو جو بہترین ہو۔"

تاکہ اختلاف دشمنی میں تبدیل نہ ہو۔ اختلاف کی اصل روح یہی ہے کہ ہر فرد کو اپنی رائے سوچ اور نقطہ نظر کے اظہار کا حق حاصل ہو اور دوسرے اس حق کا احترام کریں۔ قرآن مختلف قوموں، گروہوں اور قبیلوں کی پیدائش کا مقصد بھی تعارف، تعاون اور احترام قرار دیتا ہے:

"وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُو"[30]

"اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔"

جس کا مطلب ہے کہ تنوع ایک نعمت ہے نہ کہ نفرت یا برتری کا ذریعہ۔ اختلاف رائے کا احترام دراصل معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد ہے، کیوں کہ جب مختلف آراء کو عزت دی جاتی ہے تو مکالمہ پیدا ہوتا ہے، علم بھرتا ہے اور دلوں میں نرمی اور برداشت پروان چڑھتی ہے۔ قرآنی نقطہ نظر سے اختلاف کا احترام دراصل انصاف، حکمت، صبر اور اخلاق کی اعلیٰ تعلیمات کا امتداد ہے، جو ہر صحت مند اور باشعور معاشرے کی بنیاد ہیں۔

- **بدگمانی تجسس اور غیبت کی ممانعت**

بدگمانی تجسس اور غیبت وہ سماجی اور اخلاقی برائیاں ہیں جو معاشرتی اعتماد، باہمی احترام اور روحانی پاکیزگی کو شدید نقصان پہنچاتی ہیں۔ قرآن مجید واضح اور جامع انداز میں ان منفی رویوں کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ انسان کے اخلاق کو بگاڑنے اور معاشرے میں انتشار پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا"[31]

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ اور جاسوسی نہ کرو اور نہ ہی تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی پشت پناہی کرے۔"

اس آیت میں تین اجتماعی بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے؛

- بدگمانی جو دلوں میں نفرت اور عدم اعتماد پیدا کرتی ہے۔
- تجسس جو لوگوں کی پرائیویسی کو مجروح کرتا ہے۔
- غیبت جو حیثیت، عزت اور بنیادی انسانی احترام کو پامال کرتی ہے۔

قرآن کی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کے بارے میں حسن ظن رکھے ان کی کمزوریوں کی کھوج میں نہ لگے اور نہ ہی ان کی غیر موجودگی میں ایسی بات کرے جو اگر وہ سنیں تو انہیں ناگوار گزرے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے دوسروں کا مذاق اڑانے اور ایک دوسرے کو طعنے دینے سے بھی منع فرمایا کیونکہ یہ رویے بھی غیبت اور تجسس کی بنیاد بنتے ہیں؛ قرآن میں یہاں تین اہم نکات بیان کیے گئے ہیں؛

1. مذاق اور تمسخر سے اجتناب کسی کی نسل قوم یا حیثیت پر طنز نہیں کرنا چاہیے۔
2. آپس میں عیب لگانے اور برے ناموں سے پکارنے کی ممانعت۔
3. انسانی عزت اور وقار کی حفاظت کی تعلیم، توبہ نہ کرنے والوں کی تنبیہ، جو یہ رویہ ترک نہ کریں وہ ظالم قرار پائیں گے۔

یوں قرآن ہمارے لیے ایک ایسا اخلاقی ضابطہ فراہم کرتا ہے جو معاشرے میں اعتماد، محبت، عزت نفس اور باہمی احترام کو برقرار رکھتا ہے۔

- **عدل وانصاف**

عدل اور انصاف قرآن مجید میں نہ صرف اخلاقی فضیلت کے طور پر بلکہ معاشرتی استحکام، قومی ترقی اور انسانیت کی فلاح کے بنیادی ستون کے طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ انصاف کی بنیاد پر معاشرہ قائم کیا جائے تو ظلم، تفریق اور انتشار کا خاتمہ ہوتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ "[32]

"اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ کھڑے رہو اور اللہ کے لیے گواہ بنو۔"

قرآن کے مطابق عدل صرف ظاہری انصاف نہیں بلکہ دل کی نیت، خوف خدا اور ہر شخص کے حقوق کی پاسداری کے ساتھ ہونا چاہیے، تاکہ سماج میں اعتماد، امن اور برابری قائم رہے۔

ظلم زیادتی اور جانبداری نہ صرف معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں بلکہ یہ افراد کی روحانی و اخلاقی ترقی کو بھی متاثر کرتے ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"[33]

"بے شک اللہ انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

عدل و انصاف کے بغیر معاشرتی ہم آہنگی، قومی یکجہتی اور اقتصادی ترقی ممکن نہیں، کیونکہ ظلم اور ناانصافی افراد کے درمیان خوف، نفرت اور اختلافات کو فروغ دیتے ہیں۔ قرآن معاشرے میں انصاف کی اہمیت کو اس قدر بڑھاتا ہے کہ اللہ تعالی خود اس سے خوش ہوتا ہے اور ظالموں کے لیے شدید تنبیہ کرتا ہے۔ اس لیے عدل و انصاف نہ صرف ایک اخلاقی فریضہ ہے بلکہ ایک عملی اصول ہے جو ہر فرد، رہنما قاضی اور معاشرے کے اداروں کے لیے لازمی ہے تاکہ معاشرہ حقیقی معنوں میں پر امن منظم اور متوازن ہو۔

- **ظلم اور زیادتی کی ممانعت**

قرآن مجید میں ظلم اور زیادتی کی سخت ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ یہ نہ صرف معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں بلکہ فرد کی روحانی اور اخلاقی ترقی کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ ظلم کو ہر سطح پر نقصان دہ قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ شخصی ہو معاشرتی ہو یا حکومتی اللہ تعالی فرماتا ہے:

"وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ"[34]

"اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔"

قرآن میں ظلم کی تعریف میں نہ صرف ظاہری زیادتی بلکہ حقوق کی پامالی، انصاف سے انحراف، جانبداری اور دوسروں کی حق تلفی شامل ہے۔ ظلم کا نتیجہ نہ صرف دنیاوی مشکلات بلکہ آخرت میں شدید سزا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

"لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ"[35]

"ظلم مت کرو تاکہ تم پر ظلم نہ کیا جائے۔"

علاوہ ازیں قرآن افراد کو دوسروں کے ساتھ عدل، انصاف، حسن سلوک اور رواداری کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے۔ تاکہ معاشرہ منصفانہ اور پرامن رہے۔ ظلم اور زیادتی کی ممانعت کا ایک مقصد معاشرتی نظام قائم کرنا ہے جس میں سب افراد کو ان کے حقوق حاصل ہوں۔ خوف اور دہشت کا ماحول نہ ہو اور اخلاقی اور روحانی اقدار مضبوط ہوں۔ یوں قرآن ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ انصاف برداشت اور حقوق کی پاسداری ہر فرد ،معاشرہ اور حکومتی نظام کی بنیاد ہونی چاہیے تاکہ ظلم وزیادتی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

"قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلاَةٍ وَقُمْنَا مَعَهُ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ وَهُوَ فِي الصَّلاَةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلاَ تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا. فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ:لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا يُرِيدُ رَحْمَةَ اللَّهِ"[36]

"رسول اللہ ﷺ نے نماز میں قیام فرمایا اور ہم نے ان کے ساتھ قیام کیا، تو ایک اعرابی نے نماز کے دوران کہا: 'اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما، اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ کرنا۔' جب نبی ﷺ نے سلام فرمایا تو انہوں نے اس اعرابی سے فرمایا: 'تم نے بڑا وسیع دل کر دکھایا،' یعنی اللہ کی رحمت چاہتے ہو۔"

اس واقعے سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ اسلام میں انسان کی نیت اور دل کی صفائی کو اہمیت دی جاتی ہے اور اصلاح میں نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ یہ واقعہ نہ صرف بردباری اور تحمل کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اللہ کی رحمت کی وسعت اور سب پر اس کے احسان کو بھی واضح کرتا ہے۔ اسی طرح میدانِ جنگ ہو یا جنگی قیدیوں کی تقدیر کا فیصلہ، گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچنے والے بدو کا معاملہ ہو یا راستوں میں کانٹے بچھانے جیسے اقدامات، ازواج مطہرات پر لگائی جانے والی تہمتیں ہوں یا جنگ کے دوران ساتھ چھوڑنے والے منافقین، نامناسب کلمات بولنے والی زبانیں ہوں یا معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والے فریق، انسان کامل اور معلم انسانیت ﷺ ہر موقع پر ایسی قوت برداشت کا مظاہرہ فرماتے ہیں کہ زیادتی کرنے والا شرمندہ ہو جاتا ہے اور بلا اختیار دامن نبوت کی پناہ میں آجاتا ہے۔ صبر اور برداشت ایک ایسا حسین جذبہ ہے جو فردی اور اجتماعی سطح پر پروقار اور باعظمت مقام عطا کرتا ہے اور اسی جذبے سے حتیٰ دشمن کے دل بھی جیتے جاسکتے ہیں۔ اگر یہ جذبہ فردی سطح پر ہو تو انسانی شخصیت کے گرد رعب و دبدبے کا ایک عظیم حصار قائم کرتا ہے، اور اگر قومی سطح پر ہو تو اقوام عالم میں ایسا مضبوط اور دیرپا تشخص پیدا کرتا ہے۔[37] ارشاد باری ہے:

"إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ"[38]

"اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں یہ ناگوار گزرتی ہے، اور اگر تمہیں کوئی بری چیز پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ لیکن اگر تم صبر کرو اور پرہیزگار رہو تو ان کی سازش تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی، بے شک اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے باخبر اور احاطہ رکھنے والا ہے۔"

دشمنوں سے بدلہ لینا انسانی فطرت کا تقاضا سمجھا جاتا ہے، خصوصاً اُن لوگوں سے جنہوں نے گھر اجاڑ دیے ہوں، زمین تنگ کر دی ہو، وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ہو اور عزیزوں کا خون بہایا ہو۔ لیکن فتح و اقتدار حاصل کرنے کے بعد صبر، برداشت اور عفو و درگزر کو اختیار کر کے، خون کے پیاسوں کو بھی معافی کا اعلان عطا کرنا ایسا عمل ہے جس نے تاریخِ عالم میں **رحمتِ عالم ﷺ** کی شخصیت کو ہمیشہ کے لیے امر کر دیا۔ اسی بے مثال کردار نے انتقام کی جگہ رحمت، اور نفرت کی جگہ محبت کو رواج دیا، اور انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ اصل عظمت طاقت کے استعمال میں نہیں بلکہ معاف کرنے میں ہے۔

- ## افہام و تفہیم اور مصالحت کا نظام

قرآن مجید میں افہام و تفہیم اور مصالحت کو ایک مضبوط معاشرتی نظام کی بنیاد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اختلافات و نزاعات اور ذاتی یا گروہی منافرت معاشرے میں بے چینی اور انتشار پیدا کرتے ہیں اور ایسے حالات میں قرآن مسلمانوں کو صلح اور اصلاح کی ترغیب دیتا ہے:

"فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"[39]

"اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اختلاف کی صورت میں مذاکرات سمجھوتہ اور باہمی افہام و تفہیم نہ صرف اخلاقی ضرورت ہے بلکہ سماجی سلامتی اور اتحاد کا لازمی جز بھی ہے۔ قرآن کا نظام مصالحت صرف فرد یا گروہ کی سطح تک محدود نہیں بلکہ ریاستی اور قومی سطح پر بھی اطلاق پذیر ہے۔ تاکہ ظلم، انتہا پسندی اور غیر ضروری کشیدگی سے بچا جا سکے، اس کے ساتھ ساتھ قرآن لوگوں کو صبر، تحمل، نرمی اور معاف کرنے کے ذریعے نزاعات ختم کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ مصالحت کا قرآن میں پیش کردہ اصول یہ ہے کہ دونوں فریقین عزت، انصاف اور اخلاقی حدود کے اندر رہیں اور اختلاف کو دشمنی میں نہ بدلنے دیں۔ یوں قرآن ایک ایسا متوازن اور پائیدار نظام فراہم کرتا ہے جس میں افہام و تفہیم صلح انصاف اور تحمل معاشرتی ہم آہنگی اور امن کی ضمانت ہیں۔

- ## صبر عفو و درگزر حلم و بردباری

قرآن مجید میں برداشت کو فروغ دینے کے لیے صبر اور عفو و درگزر اور حلم و بردباری کو بنیادی اخلاقی اصول کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ صبر یعنی مشکلات، اختلافات اور تکالیف میں ثابت قدم رہنا انسان کو فوری ردِ عمل اور انتقام سے محفوظ رکھتا ہے اور معاشرے میں امن قائم کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

"وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ"[40]

"اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

عفو و درگزر یعنی دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنا اور دل میں بغض نہ رکھنا معاشرتی رنجشوں اور دشمنی کے خاتمے کا ذریعہ ہے۔

حلم اور بردباری یعنی برداشت اور نرم مزاجی انسان کو اختلاف مزاحمت یا سخت حالات میں بھی حکمت اور شائستگی سے کام لینے کی تعلیم دیتا ہے جو کہ معاشرتی ہم آہنگی اور باہمی احترام کے لیے ضروری ہے اللہ فرماتا ہے:

"ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ"[41]

"برائی کو اس طریقے سے دور کرو جو بہترین ہو۔"

یہ اصول نہ صرف فرد کی اخلاقی اور روحانی ترقی میں معاون ہیں بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی ایک مضبوط پر امن اور مستحکم فضا قائم کرتے ہیں۔ قرآن کے ان احکامات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ حقیقی برداشت وہی ہے جو سب کے ساتھ دل میں عفوودرگزر رکھ کر اور ہر حال میں حلم و بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عملی طور پر ظاہر کی جائے، جس سے معاشرہ پائیدار امن، احترام اور ہم آہنگی کی طرف گامزن ہوتا ہے۔

نتائج:

- سوشل میڈیا کے بھرتے ہوئے استعمال نے معاشرتی تعلقات میں مثبت اثرات کے ساتھ ساتھ اختلاف انتشار اور عدم برداشت کے خطرات بھی پیدا کر دیے ہیں۔
- قرآن مجید میں خاندان کو سماجی استحکام اور بچوں کی تربیت کے لیے ایک مثالی ادارہ قرار دیا گیا ہے جس میں والدین کی رہنمائی باہمی محبت صبر اور عدل وانصاف کی تعلیمات شامل ہیں۔
- مضبوط خاندانی نظام معاشرے میں برداشت کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ خاندان فرد کی ابتدائی تربیت اخلاقی اقدار اور رویوں کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔
- مضبوط خاندانی نظام بچوں کو اختلافات کو پرامن طریقے سے حل کرنے جذبات پر قابو پانے اور دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے کی تربیت دیتا ہے جس سے نہ صرف ذاتی بلکہ معاشرتی سطح پر بھی برداشت اور ہمانگی کو فروغ ملتا ہے۔

سفارشات:

- برداشت کو فروغ دینے کے لیے سب سے پہلے فرد اور معاشرتی سطح پر اخلاقی اور روحانی تربیت لازمی ہے۔
- سب سے اہم حل یہ ہے کہ معاشرتی اختلافات میں مکالمہ افہام وتفہیم اور مصالحت کو اولین ترجیح دی جائے۔
- تعلیمی نظام اور اداروں میں اخلاقی تعلیم اور قرآنی تربیت کو لازمی جز بنایا جائے تاکہ بچے اور نوجوان ابتدائی عمر سے برداشت اور دوسروں کے حقوق کا احترام سیکھیں۔
- سماجی تقریبات مکالماتی فارمز اور میڈیا میں احترام اختلاف کو فروغ دینا چاہیے تاکہ اختلاف کو دشمنی میں نہ بدلا جائے۔
- سوشل میڈیا کے لیے واضح اور مؤثر پالیسی سازی کی جائے جو برداشت مکالمہ اور باہمی احترام کو فروغ دے۔
- سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ایسے قوانین اور فلٹرز ہونے چاہییں جو تعصب، بدگمانی، غیبت یا کسی فرد یا گروہ کے خلاف نفرت انگیز مواد کی روک تھام کریں اور صارفین کو مثبت تعمیری اور اخلاقی رویے کی ترغیب دیں۔
- معاشرے میں برداشت، اخلاقی اقدار اور ہم آہنگی کو بھی فروغ دے گی۔
- نفسیاتی مشاورت نہ صرف ذاتی سطح پر برداشت کو فروغ دیتی ہے بلکہ مجموعی طور پر معاشرتی امن اور تعاون کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔
- معاشرے میں انصاف عدل اور مساوات کے اصول کو مضبوط کیا جائے تاکہ ظلم تعصب اور جانبداری کے نتیجے میں عدم برداشت پیدا نہ ہو۔

حوالہ جات

[1] فیروزالدین، فیروزاللغات (جدید ایڈیشن)(لاہور:فیروز سنز، ۲۰۲۲)ص، ۸۹۴

[2] عثمانی، عمران اشرف، تعصب اور عدم برداشت: اسلامی تناظر میں (کراچی: معارف القرآن، ۲۰۲۵)ص، ۴۵۔

[3] اکرم اعوان، معجم نفسیات اسلامی (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، ۲۰۲۴)ص، ۳۱۲۔

[4] Lazarus, R.S., &Folkman.S., (1984). Stress, Appraisal, and coping,.Springer Publishing.

[5] American Psychological Association (APA). (2019). Stress and Coping in Everyday Life. Washington,D.C,:APA.

[6] Wilkinson, R., &Pickett,K .(2010). The Spirit Level:Why Equality is Better for Everyone.Penguin Books.

[7] القرآن:۴۹:۱۳

[8] Esposito,J.L.(2011).Islam:The Straight path. OxfordUniversityPress.

[9] Banks,J.A.(2015), Cultural Diversity and Education: Fountains, Curriculum and Teaching Routledge.

[10] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ) رقم الحدیث: ۲۱۹۔

[11] القرآن:۳۰:۲۱۔

[12] القرآن:۴:۱۹۔

[13] www/https Gallup Pakistan, Daily Times, published on December 2,2021,3:11pmreaches 29,11,25,10:17pm

[14] القرآن:۸:۴۶۔

[15] القرآن:۱۶:۹۰۔

[16] القرآن:۲:۱۱۔

[17] القرآن:۱۱:۱۱۸۔

[18] القرآن:۴:۱۳۵۔

[19] االقرآن:۳:۱۳۴۔

[20] القرآن:۸:۴۶۔

[21] القرآن:۱۱:۱۱۸۔

[22] القرآن:۴۹:۱۰۔

[23] القرآن:۱۶:۱۱۲۔

[24] القرآن:۴۹:۱۳۔

[25] االقرآن:۳:۱۳۴۔

[26] القرآن:۱۳:۲۸۔

[27] القرآن:۱۱:۱۱۸۔

[28] النحل (۱۶):۱۲۵۔

[29] المومنون (۲۳):۹۶۔

[30] الحجرات (۴۹):۱۳۔

[31] الحجرات (۴۹):۱۲۔

[32] النسا (۴):۱۳۵۔

[33] النحل (۱۶):۹۰۔

[34] آل عمران (۳):۵۷۔

[35] البقرۃ (۲):۲۷۹۔

[36] البخاری، الجامع الصحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۰۱۰۔

[37] https://www.tarjumanulquran.org/articles/mar-2001-adm-bardasht-ka-rujhan۔

[38] آل عمران(۳):۱۲۰۔

[39] الحجرات(۴۹):۱۰۔

[40] الانفال(۸):۴۶۔

[41] المومنون(۲۳):۹۶۔